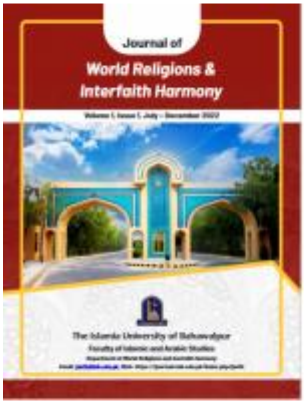

Journal of World Religions and Interfaith
ISSN Print: 2958-9932
ISSN Online: 2958-9940
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/104
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/1620
DOI: https://doi.org/10.52461/jwrih.v1i1.1620

Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title A Critical Review of the Objections of the Orientalists to Islamic Civilization and Values

Author (s): Shahzad Sadiq Faridi
Visiting Lecturer, University of Sahiwal, Sahiwal, Pakistan
Hafiz Sami Ullah
Lecturer, Government Graduate College, Sahiwal, Pakistan

Received on: 4 December, 2022
Accepted on: 18 December, 2022
Published on: 27 December, 2022
Citation: Faridi, Shahzad Sadiq, Hafiz Sami Ullah, "A Critical Review of the Objections of the Orientalists to Islamic Civilization and Values," *Journal of World Religions and Interfaith Harmony* 1 no. 1 (2022): 41-63.
Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

JWRIH

Google Scholar
ACADEMIA
Crossref
ASIAN Research Index

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

مستشرقین کے اسلامی تہذیب واقدار پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

A Critical Review of the Objections of the Orientalists to Islamic Civilization and Values

Dr Shahzad Sadiq Faridi
Visiting lecturer of Islamic Studies
University of Sahiwal, Sahiwal, Pakistan

Dr Hafiz Sami Ullah
Lecturer, Department of Islamic Studies
Government Graduate College, Sahiwal, Pakistan
Email: samiullah1362@gmail.com

Abstract

Orientalism has been involved in spreading propaganda against Islam from its beginning. Orientalists (sometimes in the form of researchers, sometimes in the form of businessmen and sometimes in form of religious scholars) collect information about Islam, Prophet of Islam and the Islamic world. On the base of this information, they attack on different aspects of Islam with their fabricated and self-made propaganda. In this Article a critical analysis of Orientalists objections about Islamic Culture and civilization is presented. In the beginning, the Orientalists who researched the Islamic civilization have been reviewed. Later, the objections of the Orientalists to the veiling of Muslim women, the misinterpretation of the veil, the attempts to associate the veil with the elite, the presentation of the veil as a custom instead of the order of the Islamic Sharia and the efforts of the Orientalists to disparage Islamic morals and dignity through painting has been reviewed. The article discusses the spectacle of the snake charmer, the sale of naked women in slave markets, half-naked maids in Moroccan baths, and images of extrajudicial executions.

Keywords: Orientalists, Islam, Culture, Civilization, Veil.

تعارف

استشراق عربی زبان کے مادہ (ش-ر-ق) سے مشتق ہے۔ جس کا معنی شرق شناسی یا مشرق کی شناخت ہے۔ استشراق انگریزی لفظ Orientalism کا ترجمہ ہے جو کہ عمومی طور پر کسی بھی چیز کی مشرقی سمت کے لیے استعمال ہوتا ہے اور خصوصی طور پر یہ لفظ بحیرۂ روم اور یورپی ممالک کے مشرق میں واقع علاقوں کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

پیر محمد کرم شاہ استشراق اور مستشرقین کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں" اہل مغرب بالعموم اور یہود ونصاری بالخصوص ،جو مشرقی اقوام خصوصا ملت اسلامیہ کے مذاہب،زبانوں، تہذیب وتمدن،تاریخ،ادب،انسانی رویوں،ملی خصوصیات، وسائل حیات اورامکانات کا مطالعہ معروضی انداز میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بناکر ان پر اپنا مذہب اوراپنی تہذیب مسلط کر سکیں اوران پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں ،ان کو مستشرق کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریکِ استشراق کہلاتی ہے "[1]

مقاصدِ استشراق

اسلام کے خلاف مستشرقین کی سرگرمیوں کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہو چکا تھا۔ اسلام کے حوالے سے مستشرقین کے اہداف ومقاصد مختلف اقسام کے ہیں جنہیں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

دینی مقاصد

پہلی قسم کے مقاصد دینی ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو فروغ اسلام کی شکل میں اپنے مذاہب ختم ہوتے نظر آرہے تھے، لہٰذا اپنے مذاہب کے دفاع کی خاطر مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے اور یہ عمل اب تک بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری وساری ہے۔

اقتصادی مقاصد

دوسری قسم کے مقاصد اقتصادی ہیں۔ اسلام کے ظہور کے بعد مسلمانوں کو معاشی میدان میں ناکام کرنے اور ان کے ممالک سے مال وزر کو اکٹھا کرنے کیلئے مستشرقین کی کاروائیاں جاری ہیں۔

---

[1]۔ پیر کرم شاہ الازہری، **ضیاء النبی** (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2013ء)، 6 : 123۔

سیاسی مقاصد

تیسری قسم کے مقاصد سیاسی ہیں۔ مسلمانوں کے علاقوں پر اپنا تسلط اور قبضہ جمانے کیلئے اور ان علاقوں پر اپنی برتری قائم کرنے کے لیے مستشرقین اپنا کردار ادا کرتے ہیں مثلاً مشہور امریکی مستشرق برنارڈ لیوس عراق پر امریکی حملے اور افغانستان پر امریکی تسلط کیلئے مشاورتی کمیٹیوں کے اہم رکن کے طور پر فرائض انجام دیتا رہا ہے۔

علمی مقاصد

چوتھی قسم کے مقاصد علمی ہیں۔ مستشرقین مسلمانوں سے علمی میدان میں مقابلہ کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ تعلیمی ادارے قائم کرتے ہیں، اسلامی کتب کے ترجمے کرتے ہیں اور مختلف کتب پر تحقیق کرتے ہیں، اسی سلسلے میں وہ اپنی کتب اور رسائل و جرائد کے ذریعے ایسی معلومات بھی پھیلاتے ہیں جن سے اسلام اور عالم اسلام کی غلط تصویر دنیا کے سامنے آتی ہے۔

ملی و تہذیبی مقاصد

پانچویں قسم کے مقاصد ملی و تہذیبی ہیں۔ مستشرقین مسلمانوں کی تہذیب واقدار کو فرسودہ، موجودہ زمانے کے ساتھ نہ چلنے والی اور غیر مہذب باور کروا کے اپنی تہذیب و اقدار کو عالم اسلام پر نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مستشرقین نے انتہائی دلچسپی کے ساتھ اسلامی تہذیب اور معاشرتی اقدار کا جائزہ لیا لیکن وہ روایتی تعصب اور باہمی آویزش کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے، انہوں نے تحلیل و تنقید کے ساتھ عداوت اور باطنی کدورت کے ساتھ اسلامی تہذیب واقدار کے منفی پہلوؤں کو عوام کے سامنے پیش کیا۔ مستشرقین نے تحقیق کے پردے میں حقائق کو آلودہ کیا اور اسلامی طرز زندگی، فکر اسلامی کے عناصر اور اسلام کے عائلی نظام پر مختلف جہتوں سے حملہ کیا۔

اسلامی تہذیب پر کام کرنے والے مستشرقین

اسلامی تہذیب سے متعلق مستشرقین کی بہت سی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ جیسا کہ مشہور مستشرق رینی مونی کی کتاب "علم الاجتماع الجزائری" ہے۔ یورپ کے نامور محققین کی زیر نگرانی چھپنے والی اہم کتاب "قیم الاسلامیہ الجنسیہ" ہے جس کا مصنف جارج بوسکی ہے اور اس کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔اس کا بنیادی موضوع ہی مسلمانوں کی جنسی زندگی ہے۔ اس کے علاوہ Henry Lavy Bruhul ، Ramond Charles ،Bertholan ،Masqueray ،E.F.

Gautier اور Dovignau وہ مستشرقین ہیں جنھوں نے اسلامی تہذیب کے مطالعے کے عنوان سے جو نتائج پیش کیے وہ غرض وغایت کے اعتبار سے ایک ہی نقطہ اور خیال پر متفق نظر آتے ہیں اوراسلام دشمنی ان کے تمام مطالعات، تصنیفات اور دراسات کا آخری نتیجہ اور ماحصل ہے۔ جن پر ایک مستشرق (الین) Alain تنقید بھی کرتا نظر آتا ہے"[2] ان کے علاوہ لزلے ہزلٹن، کیرن آرمسٹرانگ، فلابرٹ، لنڈانوکلن اور جارج سیڈ نے بھی اسلامی تہذیب واقدار کی مختلف جہتوں پر اظہار خیال کیا ہے۔

اسلامی تہذیب واقدار کی تحقیر

مستشرقین ابتدا میں اسلامی تہذیب واقدار سے متاثر ہوئے اورجوق درجوق اسلامی علاقوں میں آکر اسلامی تحقیقات سے نہ صرف مستفید ہوتے بلکہ ان علوم وفنون کو اپنے آبائی علاقوں میں لے جاتے اور اپنے افراد کی ترقی کیلئے کی جانے والی کوششوں میں اپنا ہاتھ بٹاتے۔ لیکن جیسے جیسے مغرب ترقی کرتا گیا اور مشرق تحقیق سے محروم ہوتا گیا توان مستشرقین کی ترجیہات بدلتی گئیں اور پھر اسلامی تہذیب وتمدن کی ان مستشرقین کو ضرورت نہ رہی۔ مستشرقین نے بھانپ لیا کہ جب تک مسلمانوں کو انکی تابناک تاریخ اور اعلی اخلاقی پیرائیوں پر مبنی تہذیبی اقدار کے بارے میں شک میں مبتلا نہ کر دیا جائے عالم اسلام پر کلی برتری کا مقصد حاصل نہ ہو گا۔ لہٰذاانہوں نے مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش شروع کر دی کہ اسلامی تہذہب وتمدن کوئی خاص اہمیت کی حامل نہ ہے بلکہ حقیر اور معمولی سی تہذہبی تاریخ ہے جو زیادہ ترعیسائیوں اوریہودیوں سے متاثرہ ہے۔ اسلامی تاریخ و تہذیب سے متعلق استشراقی تحریروں کے مبنی بر تعصب وعناد ہونے کا اندازہ اس حقیقت سے لگایاجاسکتاہے کہ خود بہت سے مغربی زعما اور اہل قلم نے اس ضمن میں استشراقی تحریروں کو مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کے تسلسل کانام دیاہے۔

اسلامی تہذیب واقدار کی تحقیر اہل مغرب کی اس نفسیات کا نتیجہ ہے کہ وہ سب سے اعلی قوم ہیں اور باقی سب کم تر ہیں- اسی نظریہ کی بنیاد پر مستشرقین تمام اہل مغرب کو اہل مشرق سے دور رکھنے اور اپنے سے کم ترخیال کرنے کے زعم میں گرفتار رکھنے کی سعی کرتے ہیں- علامہ اسد لکھتے ہیں:

> "The Greeks and the Romans regarded only themselves as "civilized", while everything foreign and particularly every living to the East of the Mediterranean Sea, bore the label "barbarians".

[2]۔ضیاء الدین اصلاحی، **اسلام اور مستشرقین** (انڈیا: دارالمصنفین شبلی اکیڈمی)،6 : 266۔

> Since that time Occidentals believe that their racial superiority over the rest of mankind is a matter of fact, and the more are less pronounced contempt of non-European races and nations is one of [3] "standing civilization features of West the

"یونانی اور رومی خود کو سب سے مہذب خیال کرتے اور باقی اقوام خصوصی طور پر مشرقی اقوام کو جاہل اور وحشی سمجھتے۔ اہل مغرب اس تناظر میں اس عقیدے کے حامل ہوگئے کہ انھیں تمام بنی نوع انسان پر برتری حاصل ہے۔ غیر مغربی اقوام کی توہین مغربی تہذیب کا ایک اہم عنصر ہے "

اسی مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے ظفر علی قریشی تحریر کرتے ہیں:

> "The device of these imperial agents has generally been to criticize the religion and culture of the conquered peoples, to malign the founders of their faiths and leaders of their thought, to cast aspersion on their holy books, to put to obloquy and derision the tenets of their creed... to revile what they hold dear and precious, and to create doubts and misgivings about their traditions, culture thus paving the way for the and civilization and their future, acceptance of Christian dogmas and ideology ,and ultimately, the [4] domination of western culture and civilization"

"استعمار کے یہ ایجنٹ عام طور پر مفتوح اقوام کے مذہب اور کلچر کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے مذاہب کے بانیوں اور فکری رہنماؤں کی مسخ شدہ تصویر پیش کریں۔ ان کی مقدس کتابوں اور عقائد کی تحقیر کریں جس چیز کو وہ قیمتی اور محبوب رکھتے ہیں اسے بے وقعت ثابت کریں، ان کی روایات، تہذیب اور ثقافت سے متعلق شکوک اور غلط فہمیاں پیدا کریں اور یوں عیسائی عقائد و نظریات کو قبول کرنے کی راہ ہموار کریں جس کا نتیجہ مغربی تہذیب واقدار کا غلبہ ہو"۔

مستشرقین اسلامی تاریخی واقعات کی خلافِ حقیقت توجیہات پیش کرکے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کا ظہور وفروغ عالم انسانیت اور بالخصوص عیسائیت کے لیے فال بد ثابت ہوا۔ ان کی تحریروں میں یہ ثابت کرنے کی جستجو مد نظر رہتی ہے کہ اسلام شروع ہی سے یہودیوں اور عیسائیوں کا دشمن بن گیا تھا اور مسلمانوں نے ہمیشہ جارحیت کا ارتکاب کیا۔

---

[3] -Muhammad Asad, **Islam at the Crossroads** (The Other Press Sdn Bhd, 2022), 6.

[4] -Zafar Ali Qureshi, **“Prophet Muhammad and His Western Critics: A Critique of W. Montgomery Watt and Others,”** The American Journal of Islamic Social Sciences, 18 no. 2 (2001): 162.

تھامس رائٹ لکھتا ہے کہ ابرہہ کے حملے کے دو ماہ بعد حضور کی پیدائش عیسائیوں کے لیے بدترین آفت تھی اور آپ مسیحیوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔[5]

مشہور مستشرق فلپ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موتہ کی جنگ شروع کر کے اسلام اور عیسائیت میں طویل جنگ کی بنیاد رکھی۔[6]

خلیل احمد اپنی کتاب میں مستشرقین کی ان چالوں کو بے نقاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلامی تہذیب کی قدر و منزلت کو گھٹانے، اس کی تحقیر کرنے اور عرب مسلمانوں کے تمدنی محاسن کے استخفاف کی خاطر مستشرقین اپنے طلبہ کو تربیت دیتے ہیں کہ وہ تہذیبی و ثقافتی مظاہر کو عربی الاصل ثابت کرنے کی بجائے لاطینی الاصل ثابت کریں تاکہ علم و فکر کے رشتے اور عقیدت و محبت کے جذبات مسلمانوں سے کٹ کر قدیم لاطینی اور یونانی اقوام کے ساتھ منسلک ہو جائیں"[7]

مستشرقین کی ان دورخی پالیسیوں کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا ابو الحسن ندوی تحریر کرتے ہیں:

"وہ اسلامی تہذیب اپنانے والوں کو رجعت پسندی اور دقیانوسیت کے طعنے دیتے ہیں، لیکن اس کے برعکس اسلامی تہذیب سے قدیم تر تہاذیب، جو زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی افادیت سے محروم اور سینکڑوں، ہزاروں برس سے ماضی کے ملبے تلے دبی ہیں، کے احیا کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو قرآن اور اسلامی علمی ذخیرے سے لاتعلق بنانے کے لیے نئے زمانے کے تقاضوں کا واسطہ دے کر قرآنی عربی زبان اور عربی رسم الخط کی بجائے مقامی زبانوں اور لاطینی رسم الخط اپنانے پر مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں"[8]

مستشرقین کے پردہ پر اعتراضات

5- Thomas Wright, **Early Christianity in Arabia: A Historical Essay** (Arabian Peninsula: Quaritch, 2008), 153.

6- Philip K. Hitti, **History of the Arabs** (London: Red Globe Press), 147.

7۔ خلیل احمد حامدی، **نظام اسلام مشاہیر اسلام کی نظر میں** (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1963ء)، 452۔

8۔ مولانا ابو الحسن علی ندویؒ، **مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش** (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981ء)، 225۔

عالم اسلام میں کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا ہے جس میں حجاب و نقاب کو غیر ضروری سمجھا گیا ہو۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ ہمیشہ سے یہ طریقہ کار چلا آرہا ہے کہ مرد حضرات ہر زمانے میں کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلتے ہیں اور خواتین نقاب اوڑھ کر نکلتی ہیں۔[9]

خاص طبقے کے امتیاز کے لیے پردہ کا استعمال

مستشرقین کا کہنا ہے کہ اسلام میں جب پردے کا رواج ہوا تو یہ طبقۂ خواص کی خواتین کے امتیاز کے لئے تھا، جیسا کہ یہ پرانے زمانے میں شام اور ایران کے اشرافیہ کے ہاں رائج تھا۔ مستشرقین کے اس قسم کے اعتراضات اور پردہ کی تاریخی حیثیت کے بارے میں مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"ایڑی سے چوٹی تک کازور یہ ثابت کرنے میں صرف کیا گیا ہے کہ پردے کی یہ صورت اسلام سے پہلے کی قوموں میں رائج تھی اور جاہلیت کی یہ میراث عہد نبوی کے بہت مدت بعد مسلمانوں میں تقسیم ہوئی۔ قرآن کی ایک صریح آیت اور عہد نبوی کے ثابت شدہ تعامل اور صحابہ و تابعین کی تشریحات کے مقابلہ میں تاریخی تحقیقات کی یہ زحمت آخر کیوں اُٹھائی گئی ؟ صرف اس لئے کہ زندگی کے وہ مقاصد پیش نظر تھے اور ہیں، جو مغرب میں مقبول عام ہیں۔ "ترقی" اور "تہذیب" کے وہ تصورات ذہن نشین ہو گئے ہیں جو اہل مغرب سے نقل کئے گئے ہیں۔ چونکہ برقع اوڑھنا اور نقاب ڈالنا ان مقاصد کے خلاف ہے اور ان تصورات سے کسی طرح میل نہیں کھاتا، لہٰذا تاریخی تحقیق کے زور سے اس چیز کو مٹانے کی کوشش کی گئی جو اسلام کی کتابِ آئین میں ثبت ہے"[10]

اسلامی پردہ اور حجاب کے متعلق لزلے ہزلٹن کے اعتراضات

لزلے ہزلٹن (Lesley Hazleton) اسلامی اور شرعی پردہ اور حجاب یا نقاب (Veiling) کے بارے میں اپنی کتاب میں دو جگہوں پر اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہے۔ پہلے پہل وہ بنو قینقاع کا واقعہ بیان کرتے ہوئی کہتی ہے کہ پردہ کا حکم تو صرف حضرت محمد کی بیویوں (Only for Muhammad Wives) کے لئے تھا۔ پھر کتاب کے آخری حصہ میں ایک

[9]۔ امام ابو حامد محمد الغزالیؒ، **احیاء علوم الدین**، مترجم۔ مولانا ندیم الواجدی (کراچی: دارالاشاعت)، 2 : 47۔

[10]۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ، **پردہ** (لاہور: اسلامک پبلیکشنز، 2015ء)، 254۔

جگہ کہتی ہے کہ ایسی کوئی تاریخی شہادت دستیاب نہیں ہے کہ آپ نے عورتوں کو پردہ کا حکم دیا ہو بلکہ قرآن میں تو صرف دونوں صنفوں (مرد اور خواتین) کو حیا کا حکم دیا گیا ہے۔وہ کہتی ہے کہ بعد میں جب اسلام میں پردے کا رواج ہوا تو یہ خواص کی خواتین کے امتیاز کے لئے تھا۔ جیسے کہ یہ ملک شام اور ایران کے اشرافیہ کے ہاں رائج تھا۔ مصنفہ کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی خواتین نے بھی خواص کی خواتین کو دیکھ کر پردہ شروع کیا۔وہ کہتی ہے کہ خواص امتیاز کے لئے پردہ کرتے تھے تاکہ رعب، امتیاز، دبدبہ اور فرق رہے جیسے شام اور ایران کے اشرافیہ۔ مصنفہ پردے کا ذکر اس پس منظر میں کرتی ہے کہ مدینہ کی مصروف زندگی میں ہر طبقے، ہر قوم اور ہر قبیلے کے لوگ حضرت محمد کے پاس آیا کرتے تھے۔ حضرت محمد ان کی خاطر تواضع بھی کرتے۔ بعض لوگ اس تواضع کے بعد بھی دیر تک بیٹھے رہتے۔چونکہ حضرت محمد مروت کے تحت معترض نہ ہوتے اس لئے قرآن میں مومنوں کو ہدایت کی گئی کہ ایسے موقعوں پر کاشانہ نبوی میں زیادہ دیر بیٹھنے سے احتراز کریں۔ تاکہ حضرت محمد کو تکلیف نہ ہو اسی طرح حکم ہوا کہ اگر تمہیں امہات المؤمنین سے کوئی چیز درکار ہو تو ان کے ساتھ پردے کی اوٹ میں بات کرو۔ لزلے لکھتی ہے:

"زیر بحث سوال صرف یہ تھا کہ پردہ ایک عام چادر تھی جو کمرے کے ایک حصے میں لٹکایا جاتا تھا تاکہ تخلیہ کی کم از کم صورت پیدا ہو سکے"[11]

وہ مزید لکھتی ہے:

"It applied only to Muhammad's Wives and there is no historical indication that he ever intended it to be taken as an order for any The Quran would advocate modesty for both sexes -woman to veil [12]but it never specified veiling"

"اس کا تعلق بھی صرف حضرت محمد کی بیویوں سے تھا۔ کوئی تاریخی ثبوت اس بات کا موجود نہیں کہ آپ نے کسی عورت کو نقاب اوڑھنے کا حکم دیا ہو۔ قرآن نے دونوں صنفوں کے لئے صرف حیا کا حکم دیا ہے لیکن مخصوص نقاب کا حکم ہر گز نہیں دیا ہے۔ "

مصنفہ بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھتی ہے:

"What would be called the "veil" was in fact a thin shawl and when it was to a large degree a matter of status. Much as aristocratic

---

[11] -**Lesley Hazleton,** The First Muslim: The Story of Muhammad (New York: **Riverhead Books, 2013), 271.**

[12] -ibid.

women in ancient Assyria and Persia had worm it as a mark of distinction, so would the Women of rapidly rising Islamic [13]aristocracy"

"پردہ اور حجاب سے مراد بڑی حد تک ایک پتلی چادر تھی۔ اور یہ اسٹیٹس کا معاملہ تھا۔ پرانے زمانے شام اور ایران کے اشرافیہ سے تعلق رکھنے والی عورتیں امتیاز کے لئے یہ چادر اوڑھا کرتی تھیں اسی طرح تیزی سے ابھرتی ہوئی اسلامی اشرافیہ کی عورتیں بھی ایسا کرتیں۔"

مستشرقین کی اصطلاح "مذہبی اشرافیہ"

لزلے نے اپنی کتاب میں ایک نئی اصطلاح استعمال کی ہے جس میں وہ کہتی ہے کہ حجاب اور پردہ کا تصور عام کرنا ملاؤں کی اختراع ہے۔ وہ لکھتی ہے:

"They'd attempt to enforce "the veil" on all women, eventually taking the idea so literally that in its most extreme form, the burqa, it would become more like a shroud. Certainly none of Muhammad's wives had any idea that a mere piece of [14]muslin, would develop into such a thing"

انہوں نے پردہ یا حجاب کو عام خواتین کے لئے لازمی بنادیا جس نے برقع کی شکل اختیار کی۔ اس میں عورت کفن یا بوری میں بند نظر آتی ہے۔ یقیناً حضرت محمد کی بیویوں میں سے کسی نے بھی یہ نہ سوچا ہو گا کہ ململ والے کپڑے کا ایک ٹکڑا اس قسم کی چیز (یعنی برقعہ) کی شکل اختیار کرے گا۔

یہاں لزلے پردے کو ابتدا میں صرف اور صرف امہات المومنین سے مخصوص کرکے علمی اعتراضات کرنے کی کوشش کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مذہبی اشرافیہ یعنی علماء نے اس پردہ کے حکم کو عام خواتین کے لئے رائج کیا جبکہ یہ حکم تو صرف نبی کریم کی بیویوں کی حد تک خاص تھا۔

مستشرقہ کیرن آرمسٹرانگ کا پردہ سے متعلق موقف

پردہ کو اسلامی معاشرے میں انتہائی اہمیت حاصل ہے اور پردہ کا حکم نبی کی ازواج وبنات کے ساتھ ساتھ تمام مومن عورتوں کے لئے بھی ہے جیسا کہ حکم خداوندی ہے:

[13] -ibid.
[14] -Ibid.

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ"[15]

"اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں۔ یہ اس کے بہت قریب ہے کہ انہیں پہچان لیا جائے اور ایذا نہ دی جائے"۔

کیرن نے بھی اپنی کتاب "Muhammad: A Prophet for our Time" میں اسلامی تہذیب وثقافت پر بات کرتے ہوئے "پردہ" جیسے اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے مگر اس نے بھی تعصب اور تخیل کی آمیزش سے حقائق کو مسخ کیا اور اسلامی شعار پردہ کی من مانی تشریح کی۔۔ کیرن کے مطابق پردہ کا حکم عام مسلمانوں کی خواتین کے لیے نہیں تھا۔

پردہ کی غلط تشریح :

کیرن لکھتی ہے:

"The curtain established a threshold: it shielded a "forbidden" as sacred (Haram) object, like the damask cloth that covered the When the revelation had come down, the curtain had been Kabah. drawn between two men - the Prophet and Anas – to separate the [16]married couple from the hostile community".

"پردے کی بدولت ایک ممنوعہ حد یا تقدس قائم ہو گیا۔ ایک ممنوعہ یا مقدس علاقے کی حدود متعین ہو گئیں، جیسے کعبہ کو پردوں سے ڈھانپ دیا گیا۔ جب حجاب کے بارے میں وحی نازل ہوئی تو پردہ صرف دو آدمیوں رسول اللہ اور حضرت انس کے درمیان ڈالا گیا تھا۔ اس کا مقصد شادی شدہ جوڑے (رسول اللہ اور حضرت زینب بنت جحش) کو باقی امت سے الگ کرنا تھا"۔

"They would eventually about three generations after his death be used to justify of all women and their segregation in a separate part of the house. These [17]directions did not apply to all Muslim women but only to Muhammad's wives"

---

[15]۔ الاحزاب 59:33۔

[16] -Karen Armstrong, **Muhammad: A Biography of the Prophet** (Phoenix Press, 2001), 198.

Karen Armstrong, **Muhammad: A Prophet for our Time** (Harper Collins, 2006), 170. -[17]

"پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد تیسری نسل نے تمام عورتوں کے حجاب اوڑھنے اور انہیں گھر کے علیحدہ کمرے میں رہائش اختیار کرنے کا دستور اپنالیا۔ حالانکہ ان ہدایات کا اطلاق تمام مسلم خواتین کے لیے نہیں بلکہ صرف ازواج مطہرات پر ہوتا تھا۔"

کیرن نے پردہ سے متعلق درج ذیل قیاس آرائیاں کی ہیں:

ا- پردہ کا حکم حضرت عمر کی مرضی سے نازل ہوا۔

۲ - پردہ کا مطلب حضور کا حضرت انس سے علیحدہ ہونا تھا۔

۳ - پردہ کا حکم صرف دشمنوں سے بچنے کے لیے ازواج مطہرات کے لیے تھا۔

۴ - حضور کے وصال کے بعد تیسری صدی میں عام خواتین نے اسے اپنالیا۔

۵ - پردہ محض بلند مرتبے کی علامت ہے۔

مستشرقین قرآن پاک اور دیگر مصادر اسلامیہ سے قطع نظر "پردہ" کی ایک ایسی تشریح کرتے ہیں جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

Muhammad: A Biography of the Prophet میں پردہ سے متعلق کیرن کا موقف یہ ہے:

"The hijab or curtain was not intended to be an oppressive measure. It was designed to prevent a scandalous situation developing which Muhammad's enemies could use to discredit Quran it was simply a piece of protocol that applied only to him. Prophet's wives. Muslim women are required, like men, to dress modestly, but women are not told to veil themselves from view, or to seclude themselves from men in a separate part of the house. These were later development and did not become widespread in the Islamic empire until three or four generations after the death of Muhammad. It appears that the custom of veiling and secluding women came into the Muslim world from Persia and Byzantine, [18]where women had long been treated in this way"

"حجاب یا پردہ عورتوں کے خلاف کوئی جابرانہ اقدام نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد ایسی بدنامی یا افواہوں کا سد باب کرنا تھا جسے حضور اور اللہ کے دشمن آپ کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے۔ قرآن کریم کا یہ فیصلہ

---

ibid, 168. -[18]

محض بلند رتبے کی علامت تھا جس کا اطلاق صرف ازواج مطہرات پر ہوتا تھا۔ مسلمان مردوں کی طرح مسلمان عورتوں کو بھی مناسب لباس پہننے کا حکم دیا گیا۔ البتہ عورتوں سے یہ نہیں کہا گیا کہ وہ نظروں سے بچنے کے لیے پردہ کریں یا گھر کے کسی علیحدہ حصے میں مردوں سے الگ تھلگ رہیں۔ یہ بعد کی باتیں اور بندشیں ہیں۔ اسلامی مملکت میں یہ دستور بعد میں تیسری یا چوتھی نسل میں عام ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ دنیائے اسلام میں عورتوں کے پردہ کرنے اور انہیں علیحدہ رکھنے کا رواج فارس اور بازنطین سے آیا، جہاں عورتوں کے ساتھ مدت سے ایسا سلوک ہوتا تھا۔"

مستشرقین کے نزدیک پردہ ایک رواج تھا، نہ کہ حکمِ شریعت اسلامیہ

مستشرقین کے نزدیک پردہ اسلامی شریعت میں حکم خداوندی نہیں بلکہ ایک رواج ہے جسے دور رسالت میں حضور نے ایک مصلحت کے تحت ازواج مطہرات کے لیے لازم کیا۔ پھر تین صدیوں بعد مسلمان خواتین نے اس رواج پر عمل کرنے کی ضد کی تاکہ ان کا مرتبہ معاشرے میں بلند تصور ہو۔ پھر مسلمان خواتین نے عوام میں حجاب پر عمل کرنا شروع کیا۔ مستشرقین کے نزدیک پردہ ایک متعصب دین اور متشدد تہذیب کی قدر ہے جو عورتوں کو گھر کے ایک کونے میں علیحدہ کرنے کا نام ہے گویا عورت کی آزادی کو سلب کرنے کا نام پردہ ہے۔ انہوں نے "پردہ" کی اس طرح تشریح کی ہے کہ حقائق کو ہی مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ کیرن لکھتی ہے:

> “It seems that later other women became jealous of the status of Muhammad's wives and demanded that they should be allowed to wear the veil too"[19]

> "یوں محسوس ہوتا ہے کہ بعد میں دوسری مسلمان خواتین ازدواجِ مطہرات کے بلند مرتبے سے حسد کرنے لگیں اور انہوں نے یہ مطالبہ کرنا شروع کر دیا کہ انہیں بھی پردے کی اجازت ملنی چاہیے"

> "Today when some Muslim women resume traditional dress. It is not always because they have been brain washed by a Chauvinist religion but because they find that return to their own culture roots is profoundly satisfying"[20]

[19] -Ibid, 198.
[20] -Ibid, 199.

"آج اگر بعض مسلمان خواتین نے حجاب یا روایتی لباس پہننا شروع کر دیا ہے۔ تو اسکا مطلب یہ نہیں
کہ کسی متعصب مذہب نے منظم انداز میں ذہنی طور پر ان کی کایا پلٹ دی ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ
اپنے آباو اجداد کی ثقافتی اساس کی طرف واپسی پر طمانیت محسوس کرتی ہیں"

حقیقت یہ ہے کہ پردہ کا حکم ۵ ہجری ذیقعد میں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح فرمایا تب اترا اور بعض روایات کے مطابق تین ہجری میں اترا۔ پردہ اسلامی شعار ہے، کوئی رسم یا رواج نہیں اور مسلمان عورتیں حکمِ خدا اور حکمِ رسول سمجھ کر اس پر عمل کرتی ہیں نہ کہ آباو اجداد کے رسم و رواج کی اقتدا سمجھ کر۔ ایک مسلمان کے لیے حکمِ الٰہی آباو اجداد کے رواج کی تقلید سے زیادہ اہم ہے۔ کوئی مسلمان امہات المومنین کے مرتبے سے حسد محسوس نہیں کرتا اور پردہ کا حکم نہ صرف ازواج مطہرات بلکہ ہر مسلمان خاتون کے لیے ہے۔ جیسا قرآن بیان کرتا ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا"[21]

"اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں۔ یہ اس کے بہت قریب ہے کہ انہیں پہچان لیا جائے اور ایذا نہ دی جائے"۔

کیرن چونکہ بیسویں صدی کی مصنفہ ہے اور یہ صدی اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں مغربی اقدار کو برتر سمجھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام سے متعلق تصانیف سامنے آئیں۔ مغربی قدروں پر حیات طیبہ اور دیگر اسلامی اشعار کو پرکھا گیا۔ یہ احساس برتری کی صدی تھی جس میں اہل مغرب کا عالمی پروپیگنڈہ منظر عام پر آ گیا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خصائص کو مانا تو گیا لیکن ساتھ ہی ساتھ منطقیت اور معروضیت پسندی کی آڑ میں اعتراضات کا ایک نیا باب بھی کھولا گیا۔ اس صدی میں مستشرقین کی تصانیف غرض، مفاد اور تعصب سے آلودہ تھیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں بھی پردے سے متعلق یہی قیاس آرائی کی گئی کہ "اسلام ابتدائی طور پر مکہ اور مدینہ تک ہی محدود رہا ہے اور پھر یہ مہذب شہری علاقوں تک پھیل گیا۔ ثقافت کے لحاظ سے عراق میں گہرا ایرانی اثر دیکھا گیا جہاں عربوں نے

[21]۔ الاحزاب 33:59۔

اپنے مفتوحین سے انداز زندگی نقل کیے۔ مثلا پردے کی رسم شروع ہی سے امیر طبقہ "Aristocracy" کی ایک خاص علامت تھی۔ بعد میں اس کے ذریعے مردوں کو عورتوں سے الگ کیا گیالہذا یہ رسم عراق میں اختیار کی گئی۔"[22]

یہاں بھی پردہ کو ایک رسم قرار دیا گیا ہے جو مسلمانوں نے بطور نقل دوسری قوموں سے اختیار کی۔ یہ نظریہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے جس میں اسلامی شعائر قرآن وحدیث میں تغیر و تبدل اور انہیں مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلامی شعار کی ایسی تاویل کرنا کہ انہیں رسم و رواج ثابت کرنے کی کوشش کرنا، ان کی مذہبی اہمیت کو ختم کرنا اور پردہ کی طرح دوسرے اسلامی احکام مثلا تعدد ازواج وغیرہ کو عورتوں پر ظلم سے تعبیر کرنا، مستشرقین کا طرز فکر رہا ہے اور ایسا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اصل خطرہ اسلام سے ہے۔ آج امریکہ، فرانس اور دیگر مغربی ممالک میں حجاب پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں۔ حجاب کرنے والی مسلمان خواتین کو ہراساں کیا جارہاہے۔ یہ سب اسلام سے خطرہ کی نشانیاں ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ مستشرقین نے اسلامی تہذیب وتمدن کے مطالعے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ قابل ذکر ہیں۔ تہذیب سے متعلق نادر کتابوں کو تلاش کرنا، ایڈٹ کرنا، انہیں شائع کروانا نیز حواشی اور شروحات مرتب کرنا اور پھر مختلف زبانوں میں تراجم کرنا ایسی کاوشیں ہیں جو صرفِ نظر نہیں کی جاسکتیں۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ان کے علمی کارناموں میں موضوعیت اور داخلیت کا بہت بڑا دخل ہے اور شاید ایک بھی مستشرق ایسا نہیں جو اپنے ذہنی تحفظات اور مذہبی وتہذیبی تعصبات سے بچ کر غیر جانبداری سے تحقیق کرسکا ہو"[23]

استاد انور جندی بیان کرتے ہیں کہ:

"مستشرقین ہمیشہ سے اسلام کے بارے میں یہ خواہش ظاہر کرتے تھے کہ اسلام کا کوئی مستقبل نہیں ہے جیسامار گولیتھ ۱۹۰۴ء نے اپنے نقطہ نظر کو بیان کیا۔ لامانس نے بھی ۱۹۳۰ء میں یہی صدا بلند کی لیکن حقیقت میں انہیں خطرہ بھی اسلام سے ہی تھا۔ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں یہ طاقت نہیں کہ وہ مغربی تہذیب کے سامنے جم سکے۔ حالانکہ مستشرقین یہی کہا کرتے تھے کہ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد اسلام کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اور مغربی تہذیب سے ٹکرانے کے بعد اسلام کا سقوط ہو جائے گا۔

---

[22]۔ڈاکٹر ملک غلام مرتضی، **انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اسلام اور محمد پر بہتانات** (لاہو: رزیب تعلیمی ٹرسٹ)، 11۔

[23]۔پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی، **اسلام اور مستشرقین** (انڈیا: شبلی اکیڈمی)، 2 :9

لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسلامی شریعت اور اسلامی تہذیب وہ واحد طاقت ہے جو اقتصادیات، سیاسیات، سماجیات کے میدان میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کھڑی ہے"[24]

مستشرقین کے درج بالا تمام بیانات کا خلاصہ نکات کی شکل میں درج ذیل ہے:

1. ان کے نزدیک حجاب سے مراد بس یہ ہے کہ کمرہ کے دروازہ پر کپڑے کا ٹکرا آویزاں کیا جائے، تاکہ پرائیویسی مل جائے۔یعنی تخلیہ کی صورت پیدا ہو سکے۔اور یہ حکم بھی صرف ازواج مطہرات کے لئے مانتے ہیں۔
2. کوئی تاریخی ثبوت اس بات کا موجود نہیں کہ آپ نے کسی عورت کو نقاب اوڑھنے کا حکم دیا ہو۔ قرآن نے دونوں صنفوں کے لئے صرف حیا کا حکم دیا ہے لیکن مخصوص نقاب کا حکم ہرگز نہیں دیا ہے۔
3. بعد میں جب اسلام میں پردے کا رواج ہوا تو یہ طبقۂ خواص کی خواتین کے امتیاز کے لئے تھا۔ جیسا کہ یہ پرانے زمانے میں شام اور ایران کے اشرافیہ کے ہاں رائج تھا۔
4. پیغمبر اسلام کے بعد تیسری نسل میں مذہبی اشرافیہ یعنی طبقۂ ملائیت نے نقاب و حجاب کو عام خواتین کے لئے لازمی بنادیا جس نے ترقی کر کے موجودہ برقع کی شکل اختیار کی۔

خواتین کے لئے پردہ، حجاب اور نقاب کو آج کل مغربی دنیا میں ایک بہت معیوب چیز سمجھا جاتا ہے۔ پردہ کو ظلم ،تنگ خیالی، اور وحشت کی ایک نشانی سمجھا جاتا ہے۔ صرف یہ نہیں بلکہ اس کو مشرقی اقوام کی پسماندگی کی ایک اصل وجہ بھی خیال کیا جاتا ہے۔ جب کسی ملک کی ترقی کا ذکر مقصود ہو تو سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہاں پردہ کی کیا صورتحال ہے؟ جتنا وہاں پر پردہ کا تصور اور استعمال کم ہو تو اُتنا ہی اُن ممالک کے لوگ ترقی یافتہ تصور کئے جاتے ہیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مغربی دنیا میں خواتین ہمیشہ ظلم کا شکار رہی ہیں، کیونکہ وہاں پر عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں عورتیں تسلیم کرنے کی بجائے اُن سے مردوں کا کام لیا جاتا ہے یعنی بالفاظ دیگر اُن سے اُن کی فطرت کے منافی کام لئے جاتے ہیں اور اُن کو اُن کی فطرت کے منافی ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں۔ عورتوں کے لئے حجاب و نقاب کو ایک قید تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ حجاب و نقاب عورتوں کی عزت و ناموس محفوظ کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

اسلام بے حیائی، فحاشی اور عریانی کی اجازت نہیں دیتا۔ خواتین کے لئے پردہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی عام بے حیائی کو روکنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ اسلام میں پردہ اور حجاب کوئی قید اور مشکل کام نہیں جو کسی ظلم کا باعث ہو، بلکہ پردہ اس بات کی

---

[24]۔استاد انور جندی، **اسلام اور مستشرقین**، مترجم۔عبد العمر الصدیق ندوی،(اعظم گڑھ: شبلی اکیڈمی،2004ء)،2 : 87۔

دلیل ہے کہ اسلام نے عورت کو ایک بلند اور معزز مقام عطا فرمایا ہے اور اُس کو ایک بیش قیمت سرمایہ قرار دیا ہے۔ اسی لئے اسلام میں اس سرمایہ کی حفاظت کے خصوصی اہتمام کا بھی حکم ہے۔ جو عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں یعنی جو فحش اور نیم عریاں لباس پہنتی ہیں اور اُن کے جسم کے قابل ستر اعضاء برہنہ ہوتے ہیں ایسی عورتوں کے لئے حدیث نبوی میں سخت وعید موجود ہے کہ یہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ جنت کی خوشبو تک بھی نہ پائیں گی: "لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا"[25]

اس حدیث سے مستشرقین کے اس موقف کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ پردہ ایک پتلی چادر Thin Shawl تھی۔ مستشرقین کے خیالات قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ، اقوال مفسّرین اور محدثین کے خلاف ہیں۔

مندرجہ بالا تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ پردہ کے بارے میں مستشرقین کے خیالات درست نہیں۔ قرآن وسنت میں پردہ کے سلسلے میں مستقل احکامات موجود ہیں۔ حجاب ونقاب کا حکم صرف ازوجِ مطہرات کے لئے نہیں تھا بلکہ عام مسلمان خواتین کے لئے بھی یہی حکم ہے جس پر قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ دال ہیں۔ امت مسلمہ کا قلیل طبقہ جو چہرے اور ہاتھوں کے پردہ کا قائل نہیں وہ بھی اس کو کوئی بری چیز نہیں مانتا بلکہ مستحب مانتا ہے۔ جیسا کہ علامہ البانیؒ وغیرہ۔ لیکن جہاں تک مستشرقین اور عصر حاضر کے بعض متجددین کا تعلق ہے جو کہ حجاب ونقاب کو دین اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں اور اس کو پسماندگی اور زوال کی علامت سمجھتے ہیں تو یہ بات لاعلمی اور جہالت پر مبنی ہے۔ حجاب ونقاب معاشرہ میں بے حیائی اور فحاشی روکنے کا مؤثر ذریعہ ہے اور اس کے احکام سے اسلامی شریعت کا مقصود خواتین کی عفت وعصمت اور عزت وناموس کی حفاظت ہے۔ اس کا مقصد خواتین کو قید کرنا یا انکو کوئی سزا دینا ہرگز نہیں ہے۔

اسلام میں عورت کے حق وراثت پر مستشرقین کے اعتراضات

اسلام پر مستشرقین کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ دے کر عورت کی حق تلفی کی گئی ہے۔ مستشرقین جان بوجھ کر یہ باتیں نظر انداز کر جاتے ہیں کہ اسلامی شریعت میں مرد قوام ہے اور عورت چاہے ماں، بہن، بیوی یا بیٹی کی شکل میں ہو اس کی کفالت اور نان نفقہ کی ذمہ داری مرد ہی کے ذمہ ہے۔ وہ اپنے ان دو حصوں میں سے اپنے زیر کفالت اپنی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی سب کے خرچے برداشت کرنے کا پابند ہے۔

---

[25]۔ أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني، **مسند احمد بن حنبل**، (بیروت: مؤسسة الرسالة، 2001ء)، رقم الحديث 9680۔

مزید بر آں علم الفرائض کی سوجھ بوجھ رکھنے والے بہتر طور پر جانتے ہیں کہ چند صورتوں میں عورتیں وراثت سے مردوں کی نسبت زیادہ مستفیض ہوتی ہیں۔ اور کئی مقامات پر عورت کو مرد کی نسبت دوگنا حصہ بھی مل سکتا ہے، مثال کے طور پر مرحومہ عورت کے بچے اور بھائی و بہن نہ ہونے کی صورت میں خاوند کو نصف، والدہ تیسرا اور باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ یعنی ماں کو باپ سے دوگنا حصہ مل رہا ہے۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

"قرآن پاک نے لڑکیوں کو حصہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصے کو اصل قرار دے کر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ مقرر کیا ہے۔ حصہ نہ دینا سخت گناہ ہے اور بیٹی یا بہن نابالغ ہوں تو گناہ بھی دوگنا ہو جاتا ہے۔ ایک میراث نہ دینے کا اور دوسرے یتیم کے مال کو کھانے کا۔"[26]

خاوند سے علیحدگی کا حق اور حق وراثت

مستشرقین کی ابتدا سے عادت رہی ہے کہ وہ اسلام کے انقلابی کردار اور نہایت بہترین اقدامات کو بھی ہمیشہ کم کر کے دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جن مقامات پر اسلامی تعلیمات کی تحسین کئے بغیر چارہ نہ تھا وہاں بھی اسلامی قانون سازی کو یا تو وقتی سیاسی مصلحتوں کا تقاضا کہا گیا یا پھر جاہلی معاشرہ کی باقیات کہا گیا۔ خاوند سے علیحدگی کا حق اور حقِ وراثت عورتوں کے دو ایسے حقوق ہیں جن کو عالمِ انسانیت پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسانات شمار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عورتوں کے حقوق کیلئے اس تاریخ ساز قانون سازی کو بھی خصوصی طور پر اعتراضات کرنے کا بہانہ بنایا گیا ہے۔ اس انداز کی ایک اہم مثال مشہور مستشرق روبن لیوی ہے۔ وہ مانتا ہے کہ مسلم معاشرے میں عورتیں اپنی عزت وناموس کو داؤ پر لگائے بغیر اپنے شوہروں سے الگ ہو سکتی تھیں یعنی طلاق لے سکتی تھیں لیکن اسکے ساتھ ساتھ وہ اپنے قلبی انقباض کو اسطرح واضح کرتا ہے:

"ان مثالوں سے زیادہ سے زیادہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد کے عہد میں بھی نظام کہن کے کچھ ایسے اثرات باقی تھے جن کی رو سے شادی کا مطلب خاوند کی بیوی پر مکمل حاکمیت نہ تھا"[27]

اسی طرح روبن اسلامی معاشرے میں عورتوں کے حقِ وراثت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

---

[26]۔ مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن** (کراچی: مکتبہ معارف القرآن)، 2 : 205

[27] -Reuben Lavy. **The Social structure of islam** (London: Cambridge University Press, 1957), 25

"اپنے قانونِ وراثت کیلئے تو محمد بلاشبہ وقتی تقاضوں کے ہاتھوں مجبور تھے۔ جب مرد ان کے آدرش کیلئے میدان جنگ میں جانیں قربان کر رہے تھے تو آپ قدیم نظام کو کیوں کر برقرار رکھ سکتے تھے جبکہ اس صورت میں مومنین کی بیویاں اور بچے تو محروم رہ جاتے اور وہ لوگ اس (جائیداد) سے مستفید ہوتے جو آپ کے کٹر مخالف تھے"[28]

مستشرقین کی مصوری کے ذریعے اسلامی تہذیب واقدار کی تحقیر

مستشرقین نے ہر لحاظ سے کوششیں کی ہیں کہ اسلامی تہذیب واقدار پر جس جس انداز سے بھی ممکن ہو اعتراضات کئے جائیں، تحریر وتقریر اور مصوری کے ایسے انداز اپنائے جائیں جن کے ذریعے عالم اسلام کو حقیر سے حقیر بنا کر اپنے عیسائی اور یہودی عوام کیساتھ ساتھ مشنری اداروں میں پڑھنے والے مسلمانوں کے دلوں میں بھی شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں۔ مستشرقین نے مصوری کے ذریعے اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لئے اسلامی تہذیب واقدار کی اپنے انداز میں تصویر کشی کی ہے اور اپنے اہداف کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے اس بھونڈے انداز کی خود کئی غیر جانبدار مستشرقین نے بھی مذمت کی ہے۔

لنڈا نوکلن(1931-2017) جو نیویارک یونیورسٹی کے انسٹیٹیوٹ آف فائن آرٹس میں بطور پروفیسر کام کرتی رہی نے مستشرقی مصوری کی نمائش پر ایک کتاب لکھی جس کا نام The Polities of vision تھا۔ اس کتاب کے اندر ایک مضمون ہے جس میں عرب ممالک، ترکی اور افریقہ کے مسلمان علاقوں پر اہل یورپ میں سے فرانسیسی مصوروں نے جو تصویر کشی کی تھی ان پر ایڈورڈ سیڈ کے فکر اور اصولوں کی بنیاد پر تفصیلی تجزیہ کیا گیا۔

لنڈا نوکلن نے ایڈورڈ سیڈ کے اصولوں پر ایک تجزیاتی مضمون "خیال مشرق" لکھا۔[29]

غلاموں کی فروخت کو پیش کرنے کا استشراقی انداز

لنڈا نوکلن مستشرقین کے بنائے گئے ایک مصوری کے نمونے کا اس طرح تجزیہ کرتی ہے:

" غلاموں کا بازار" جس میں ایک بالکل ننگی لونڈی کو فروخت کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ اسکا سارا لباس ساتھ ہی کھڑے ہوئے سٹینڈ پر موجود ہے۔ مستشرقین کی بنائی گئی اس تصویر سے ان کی کج ذہنی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس انداز میں اپنے

---

[28] -ibid

[29] -**The Polities of vision: on Nineteenth century and society** (New York: 1989-).

علاقوں اوراردگرد ہونے والے انسانی جانوں پر ظلم وستم کو فراموش کردیتے ہیں اور مسلم معاشرے میں غلاموں کی خرید وفروخت کو کس قدر بھونڈے اور گرے ہوئے انداز میں دنیا کے سامنے پیش کررہے ہیں کہ اسلامی تہذیب یہ ہے کہ خواتین کے کپڑے اتار کرانکو بازاروں میں عریاں کرکے فروخت کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

ان مستشرقین کو بھول گیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ یہی مستشرقین مسلم خواتین کے پردہ پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام عورت کو ایک چادر میں لپٹ کر باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس باحیا مذہب کے ماننے والے خواتین چاہے وہ خادمائیں یا باندیاں ہی کیوں نہ ہوں کو ننگے بدن سرعام بازار میں کھڑے کرنے کی اجازت دیں گے۔ اسلام نے تو زمانہ جاہلیت سے ہی گناہوں کے کفارہ کیلئے بھی بہت سی صورتوں میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب یہ مذہب کیسے انسانی جانوں پر ظلم اور بے حیائی کی اجازت دے سکتا ہے۔

دراصل یہ استشراقی فکر کی پیدا کردہ خرافات ہیں جو ان ناعاقبت اندیش لوگوں کو حقیقت حال سے دور رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں اسلام میں صرف خامیاں ہی نظر آتی ہیں اور اچھایاں انکی بد باطنی کے پیچھے چھپی رہ جاتی ہیں۔

اسلامی ریاست میں بغیر انصاف کے سزائے موت کا الزام

1870ء میں ایک مصوری کا نمونہ پیش کیا گیا تھا جس کا عنوان تھا "غرناطہ کے خلیفہ کی ماتحتی میں بغیر انصاف کے سزائے موت (Execution without Judgement under the Caliph of Granata) اس میں عظیم الجثہ خوفناک غیر جذباتی جلاد کو مقتول کے کٹے ہوئے سر کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔ اس کے بارے لنڈا نوکلن لکھتی ہے کہ فرانسیسیوں نے مسلمان افریقیوں پر جو مظالم ڈھائے انکا مستشرقین نے کم ہی ذکر کیا ہے یا تصویر کشی کی ہے لیکن اگر افریقیوں کی آپس میں لڑائی اور خونریزی ہوئی تو اسکی بھی تصویر کشی کی ہے اور تفصیلا بیان کیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ غرناطہ کے خلیفہ کے ایک فرضی فیصلے کو مصوری کے ذریعے پیش کیا گیا۔ لیکن خود نپولین سوئم نے جو اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو کلورین کے ذریعے قتل کرنے کا حکم دیا ان پر کوئی مصوری نہیں ہوئی۔ ان کا طنزاً کہنا ہے کہ انکے یہاں جو کچھ ہوتا ہے قانون کے دائرے میں ہوتا ہے جبکہ مشرق کسی قانون اور اصول سے آزاد ہے۔ وہ لکھتی ہے کہ حکومت فرانس نے الجزائر وغیرہ میں قبائل کو تباہ کرنے کیلئے زمینیں چھین لیں اسکے لئے حکومت نے اپنی مرضی سے قانون سازی کی اس طرح قبائل کے قبائل فنا ہو گئے۔

"The picturesque Orientalizing in this case is to certify that the people encapsulated by it define by its prescience are irredeemably different from, more

backward than, and culturally inferior to those who construct and consume the picturesque product. They are irrevocably other"-[30]

"اس تصویری تشریقیت کے ذریعے ان حالات میں (اہل مغرب کی جانب سے یا مستشرقین طرف سے) یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنہیں علیحدہ کر دیا گیا اس (تصویری تشریقیت) سے انکی نقشہ کشی کے ذریعے انکی تعریف متعین کر دی گئی۔ وہ لوگ ہیں جو نا قابل اصلاح طور پر مختلف، زیادہ ہی پسماندہ، ثقافتی طور پر فروتر ہیں بمقابلہ انکے جو انکی تشکیل کرتے اور جو ان تصویری پیداوار کے صارف ہیں"

نولنڈا نوکلن نے بھی ساری مستشرقانہ مصوری کے جائزے کا وہی نتیجہ نکالا ہے جو ایڈورڈ سیڈ کا نکلتا تھا۔ یعنی یہ مستشرقین کی مضحکہ خیز باتیں ہیں جو حقیقت سے دور ہیں۔ اصل مقصد اسلام اور اہل اسلام کو اپنے لوگوں کی نظروں میں وحشی اور اخلاقی لحاظ سے کمزور پیش کرنا ہے۔

یہی وہ چیزیں ہیں جنکی بنیاد پر مستشرقین اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے عوام و خواص کو مسلمانوں سے دور رکھنے اور ان کے دل میں اسلام کے خلاف نفرت پیدا کرنے کیلئے ایسی تحریروں کا سہارا لیتے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں تفریح کے نام پر فارغ البالی کی تصویر کشی

فلسطینی نژاد مستشرق ایڈورڈ سیڈ نے اپنی کتاب "Orientalism" میں صرف تاریخی یا ادبی شعبوں کو شامل کیا ہے اور اس نے دوسرے شعبوں مثلاً سمعی و بصری فنون کو اس میں حصہ نہیں دیا۔ لیکن جب اس نے اپنی کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع کیا تو اسکے سرورق کے لئے جین لیون جیروم کی 1880 میں شائع ہونے والی انیسویں صدی کی استشراقی مصوری کا مشہور نمونہ سپیرا منتخب کیا۔ اس کتاب کو پڑھنے اور اسکے سرورق کی تصویر کو دیکھنے کے بعد لنڈا انوکلن نے پیرس کے ایک ہال میں مصوری کی ایک نمائش دیکھی جس کا عنوان "سپیرا" تھا۔ لنڈا نے اس سرورق کی تصویر کا تفصیلی تجزیہ کیا۔ تصویر میں ایک ترکش قالین پر نوجوان سپیرا ننگا کھڑا تھا۔ اس نے جسم کے گرد ایک بڑا سا سانپ لپیٹا ہوا تھا اور بائیں ہاتھ میں سانپ کا سر تھا۔ دائیں طرف ایک بوڑھا سپیرا بیٹھا بین بجا رہا تھا۔ سامنے نصف دائرے میں ناظرین مبہوت سے بیٹھے بچگانہ انداز میں اسکی اس خوفناک کارکردگی کو دیکھ رہے تھے۔ سامنے کوئی عمارت تھی جس میں ترکش ٹائلیں لگی ہوئی تھیں جن پر قرآنی آیتیں لکھی ہوئی تھیں لیکن پڑھی نہیں جا رہی تھیں۔ لنڈا نوکلن نے تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ فرانسیسی مصور جین لیون جیروم نے ہمارے سامنے ذہنی اور بصری خوراک کے طور پر کافی چیزیں فراہم کی ہیں۔ مثلاً ایک نوعمر لڑکا (سپیرا) جسکے جسم کا پچھلے جانب کا حصہ گلابی نظر آرہا

[30] -**The imaginary Orient pdf https**//aestheticaffercaptions,filesword

ہے۔ اگرچہ ہم اسکی جنس کو دیکھنے اور اسکا سانپ کے ساتھ ہیبت ناک مظاہرہ دیکھنے سے محروم ہیں لیکن سامنے کی خوبصورت عمارت کی دیوار، اسکی رنگین ترکش ٹائلیں، ٹوٹے پھوٹے فرش پر خوبصورت ترکش قالین جس پر لڑکا کھڑا ہے، اسکے گورے، کالے اور بھورے ناظرین، نیز بائیں جانب ایک معزز سپیرا جو بین بجارہا ہے سب کچھ نظر آرہا ہے۔ اس میں پراسراریت ہے لیکن اسکے باوجود کچھ چیزیں مصور نے ہم سے مخفی بھی رکھی ہوئی ہیں۔ اگرچہ ہمیں نہیں پتہ کہ یہ کس مقام پر تماشا ہورہا ہے۔ لیکن دیواروں کی ترکش ٹائلیں، ترکش قالین اور ناظرین کی شکلیں بتارہی ہیں کہ یہ سلطنتِ عثمانیہ میں کہیں ہورہا ہے۔ جہاں لوگ بے فکر اور بے پرواہ اس طرح کھیل اور تماشے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے فرش بتارہے ہیں کہ سلطنت ترکی ٹوٹ پھوٹ سے گزر رہی ہے۔ اہل مغرب کا اہل مشرق کے متعلق یہ نظریہ ہے کہ سارا مشرق ایک جیسا ہی ہے۔ یعنی ساری دولت عثمانیہ شام، مصر، عرب اور افریقہ ایک جیسے ہیں۔ لوگ بے پرواہ اور بے کار، کپڑے اور لباس کی کوئی قید نہیں۔ دوسری بات یہ کہ جس طرح کی مصوری پیش کی گئی ہے اس میں زمانے کا کوئی وجود نہیں۔ مشرق کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔ اہل مغرب کا دوسرا اصول ہے کہ مشرق میں وقت ہمیشہ ٹھہرا رہتا ہے۔ یہاں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اہل مشرق رسم رواج اور روایات و تاریخ اور اس کے اتار چڑھاؤ سے لاتعلق ہوتے ہیں جبکہ مغرب کے ہر شعبے میں تبدیلیاں بلکہ ترقیاں ہورہی ہوتی ہیں۔

لنڈا نوکلن لکھتی ہے کہ اس تصویر میں فرانس بھی موجود ہے لیکن مصور نے اسے چھپایا ہوا ہے۔ مزید یہ کہ اس مستشرقانہ تصویر پر سب سے بڑی چیز مصور کی نظر ہے، جس نے اسکی تخلیق کی اور مشرق کو ایک خاص انداز میں پیش کیا۔ ایک چیز جسکے متعلق مصنفہ کا کہنا ہے کہ جو غائب ہے وہ مصور کی فنکاری ہے۔ یعنی یہ احساس پیدا کیا گیا کہ کسی فنکاری کے بغیر اتنی بڑی تصویر پیش کردی گئی ہے۔[31]

مراکشی حمام

فرانسیسی مصور جین لیون جیروم اپنی بنائی گئی تصویر میں "مراکشی حمام" کا مصورانہ منظر پیش کرتا ہے جس میں "خدمت گار" ایک ننگی نوعمر حبشی لڑکی ہے۔ یہ مصوری کے نمونے جین لیون جیروم نے 1860ء کی دہائی میں بنائے تھے۔ نمائش میں دوسرے مصوروں کی اور بھی مشرق کے متعلق مصوری موجود تھی۔ ان تصویروں پر تجزیاتی نوٹس بیان کرنے کے بعد نولنڈا نوکلن اپنی کتاب میں لکھتی ہے کہ "جس زمانے میں یورپ میں یہ مصوری کے نمونے بنا کر لوگوں کو دکھائے جارہے تھے۔ اس زمانے میں فرانسیسی فوجیں افریقہ کے ممالک الجزائر وغیرہ میں بے حد ظلم کررہی تھیں۔ نپولین سوئم کی حکومت

[31] -**The imaginary Orient** pdf https//aestheticaffercaptions,filesword

تھی۔ اسی زمانے میں الجزائر میں قحط کی وجہ سے کافی لوگ مر گئے، بچے یتیم ہوگئے تو ان یتیم بچوں کو خوراک دینے کے لئے مشزیوں نے بچوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنا مذہب ترک کر کے عیسائیت قبول کر لیں۔ اس سے علاقے میں حالات کافی بگڑ گئے۔ ایک مجاہد عبد القادر نے قریب ایک لاکھ قبائلیوں کے ساتھ بغاوت کر دی لیکن شکست کھائی اور فرار ہو کر مراکش میں پناہ لی۔ مراکش کے حکمران شاہ نے پناہ دے دی، جسکے نتیجے میں فرانس نے برطانیہ، اسپین اور امریکہ کی مدد سے مراکش کے بعض علاقوں پر گولہ باری کی۔ یہاں تک کہ اسے عبد القادر کو اپنے ملک سے نکالنا پڑا اور نئی شرائط کے ساتھ فرانس سے صلح کرنی پڑی جس میں فرانس کو فائدہ ہی فائدہ تھا۔

مشہور فلسطینی مستشرق ایڈورڈ سیڈ اپنی کتاب اوریینٹل ازم کے پہلے باب کی چوتھی فصل میں فلابرٹ کی جانب سے مشرق کے خصوصی مناظر پیش کرتا ہے۔ جنکے بعد لکھتا ہے کہ فلابرٹ بھی اس بات کو تسلیم کرتا تھا کہ یہ خصوصی قسم کی "مضحکہ خیزیاں" ہیں۔ لیکن اہل مغرب اس طرح کے مناظر مشرق کے متعلق بنا کر اور مشرق کو اس طرح عجیب جگہ ثابت کر کے مغرب کو یہی پیغام دیتے ہیں کہ مشرق کے لوگ ثقافتی طور پر ناقابل اصلاح حد تک گھٹیا ہیں، یہاں درویش ہوں یا سپیرے سب ننگے پھرتے ہیں، غلاموں کی منڈیاں ہیں جہاں عورتیں بکریوں کی طرح ننگی بیچی جاتی ہیں۔ یہاں ایسے حمام ہیں جہاں مردوں کو نہلانے کے لئے ننگی خدمتگار عورتیں ہوتی ہیں۔ اسی جگہ ایڈورڈ سیڈ پوچھتا ہے کہ ایسا مشرق کہاں ہے جہاں ایسے لوگ مل جاتے ہیں جس طرح کے لوگوں کے متعلق اہل مغرب اپنی کتابوں اور مصوری وغیرہ پیش کرتے ہیں۔[32]

نتائج البحث

زیر نظر مضمون میں مستشرقین کے اسلام پر اعتراضات کا علمی محاکمہ کیا گیا ہے جس سے مندرجہ بالا حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ مستشرقین اسلامی تہذیب واقدار پر صرف بے سروپا اعتراضات ہی کر پاتے ہیں۔ ایسا زیادہ تر اسلام کے بنیادی ڈھانچے سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ وہ پردے اور اسلامی اقدار کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ اعتراضات اٹھاتے ہیں جن کی بنیادیں نہایت کمزور ہوتی ہیں۔ تھوڑی سی اسلامی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو، ان اعتراضات کو فوری طور پر پہچان لیتا ہے کہ یہ اعتراضات صرف اور صرف اپنی بدباطنی کے مظاہرہ کے علاوہ کچھ بھی نہ ہیں۔

مستشرقین کو اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ دورِ جاہلیت کا معاشرہ مرد کی مکمل اور غیر مشروط حاکمیت پر مبنی تھا۔ اسلام نے ہی اس معاشرے میں عورت کو حق وراثت، حق نان نفقہ، حقِ جائیداد، حقِ نکاح، حق خلع، سنگین اخلاقی الزامات پر لعان کا حق عطا

[32] -Edward Saeed, **Orientalism** (Pantheon Books, 1978) 103

کیا ہے۔ عورت کو ماں، بہن، بیوی، بیٹی ہر لحاظ سے عزت و عظمت سے نوازا ہے۔ جبکہ یورپ عورت سے مردوں والے کام لے کر اس پر ظلم کی انتہا کئے ہوئے ہے اور اسے بحیثیت ماں، بہن، بیٹی اور بیوی خانگی حقوق سے محروم کئے ہوئے ہے۔